

٥٤٤١، /
٢٤١

١١، ٧٣٣٩

سرسید احمد خان



۱۱۶۱/۱
۹۲۳, ۹۵۴
۵۵۶
۲۶۱

سلسلہ مطبوعاتِ ادارہ ادبیاتِ اردو شمارہ ۷۱۵

سلسلہ مطبوعاتِ شعبہ تالیف و ترجمہ (۱)

ہندوستان کے مشہور لوگوں کے حالات

بچوں اور بچیوں کے لیے ۱۹۶۱ء

سر سید احمد خاں

— (۱) —

مولوی ظہیر الدین احمد صاحب ایم، اے۔ ایچ۔ سی۔ ایس

۱۹۳۹ء

مکتبہ براہیمین پریس میں طبع ہو کر

دفتر ادارہ ادبیاتِ اردو - رفعت منزل - خیرت آباد سے شائع ہوئی

قیمت ۲۔

بچوں اور بچٹیوں کے لیے ادارہ کی دوسری کتابیں

نظام الملک آصفجاہ اول .

سلطنت آصفیہ نے قابل احترام بانی کے حالات زندگی جن کو مولوی سنج چاند مرحوم
ایم اے۔ ایل بی۔ بی۔ جی اسکالر نے نہایت دلچسپ پیرایے میں اجمال کے ساتھ بیان
کیا ہے۔ ۴۰ صفحات۔ مع تصویر آصفجاہ۔ قیمت ۴۔

من کی بیٹا

اس عمدہ زیب کتاب میں محترمہ لطیف النساء بیگم صاحبہ ایم اے نے
بچوں اور طالبات کے لیے ایسی مفید اور کارآمد باتیں پیش کر دی ہیں جن کا مطالعہ ہر ایک
کے لیے ضروری ہے۔ چنانچہ ان میں :-
گھر، سواری، بارے نوکر، خور و نوش، لباس، بچوں کی تعلیم اور ان کی ضرورتیں، اجلا
کتابیں اور رسالے، نیاز، چندے، مختلف رسومات، علاج، صالچہ، متعلقین، سیرو تفریح
سیما، فیشن، وغیرہ، صفحات ۸۰، مجلد - قیمت ۸۔

نذر و کن

اس کتاب میں کن کے متعلق نہایت مفید اور دلچسپ معلومات درج ہیں جن کو
کن کی انشا پر داز خواتین، مدرسوں اور کالجوں کی طالبات نے لکھا ہے۔ و سٹانیہ
جماعتوں کی طالبات کے لیے اس کا مطالعہ سودمند ثابت ہوگا۔ اس کو محترمہ سکینہ بیگم صاحبہ
معتد شعبہ نسوان نے منتخب کیا ہے۔ ۱۰۴ صفحات - ۵ تصویریں - مجلد قیمت ۴۔

دیباچہ عمومی

ادارہ ادبیات اُردو کے شعبہ تالیف و ترجمہ نے اُردو ترجموں کے سلسلے میں مفید کتابوں اور مضامین کی تیاری و اشاعت کے علاوہ یہ بڑا اچھا کام شروع کیا ہے کہ اُس کی طرف سے دوسری زبان کی کتابوں سے اخذ کر کے یا اپنے طور پر ایسی چھوٹی چھوٹی کتابیں اُردو میں پیش کی جا رہی ہیں جو بچوں اور بچیوں کے ادب میں اضافہ کا باعث ہوں گی اس قسم کی اچھی کتابوں کی اُردو میں جو کمی ہے وہ توقع ہے کہ ایسی ہی کوششوں سے دُور ہو سکے گی۔

اپنے ملک کے مشہور لوگوں کے حالات معلوم کر کے بچوں میں خود اعتمادی اور ترقی کی انگلیں پیدا ہونے لگتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس شعبہ نے سب سے پہلے اسی سلسلے کا کام شروع کیا اور تین کتابیں (سر سید احمد خاں، مختار الملک اور عماد الملک پر) تیار کر لیں۔ پہلی کتاب خود معتمد شعبہ مولوی ظہیر الدین احمد صاحب ایم۔ اے، ایچ۔ سی۔ ایس کی اُس پر غلام سرگرمی، علمی ذوق اور عملی دلچسپی کا نتیجہ ہے جو اس شعبہ کو کامیاب بنانے کا تاثر

ذمہ دار ہے۔ ادارہ ادبیات اُردو کے اس شعبہ نے اب تک بہت کچھ کام کیا ہے اور اس کی طرف سے ایک او۔ کتاب (مغربی تصانیف اُردو زبان میں) بھی چھپ چکی ہے جس میں ان تمام اجتماعی اور انفرادی کوششوں پر تحقیقی تبصرہ کیا گیا ہے جو مغربی ادب اور علوم و فنون کو اُردو میں منتقل کرنے کے سلسلے میں گزشتہ سو اسو سال سے کی جا رہی ہیں۔

اس دلچسپ تحقیقی و تاریخی مقالہ کی طباعت کے علاوہ اس شعبہ نے

دو انگریزی کتابوں

1. *The Meaning of Life*
2. *Theories and Forms of Political Organizations*

کے ترجمے بھی تیار کر لیے ہیں جو عنقریب شائع ہو جائیں گے۔

اس اہم اور مفید کام کے لیے یہ شعبہ اس کے اراکین اور معتمد خاص طور پر قابل مبارکباد ہیں۔

سید محی الدین قادری زور

مُعتمد عمومی ادارہ ادبیات اُردو

یکم اکتوبر ۱۹۳۷ء

سرسید احمد خاں

(۳)

ہندوستان کے مشہور مسلمان بزرگوں میں سرسید احمد خاں کا بڑا رتبہ ہے جو اپریل ۱۸۱۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اُن کے دادا شہنشاہ عالمگیر ثانی کے درباری امراء سے تھے۔ والد کا سایہ اُن کے سر سے بچپن ہی میں اُٹھ گیا۔ اس لیے تعلیم اور تربیت میں اُن کی والدہ نے بڑی دلچسپی لی۔ اُس زمانے میں انگریزی پڑھانے کا رواج نہ تھا، اس لیے سرسید کو عربی اور فارسی کی تعلیم دی گئی۔

۱۸۳۶ء میں سرسید نے، ایک انگریز، سر رابرٹ ہلٹن کی ملازمت اختیار کی۔ سر رابرٹ ہلٹن بعد میں چل کر ریاست اندور کے ریڈنٹ مقرر ہوئے۔ ۱۸۴۱ء میں سرسید مین پوری کے منصف مقرر ہوئے اور اپنے فرائض کو

اتنی اچھی طرح انجام دیا کہ وہ بہت جلد بارڈنٹ جج ہو گئے۔ اسی زمانے میں اُن کو دہلی کی تاریخ پڑھنے کا شوق ہوا، اور بہت چھان بین کے بعد انھوں نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی جو اتنی مقبول ہوئی کہ انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے۔ اس کتاب سے اُن کی شہرت میں چار چاند لگ گئے۔ ۱۸۶۹ء میں سرسید، رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے رکن بنائے گئے۔

فہم دار ہے۔ ادارہ ادبیات اردو کے اس شعبہ نے اب تک بہت کچھ کام کیا ہے اور اس کی طرف سے ایک اور کتاب (مغربی تصانیف اردو زبان میں) بھی چھپے ہی ہے جس میں ان تمام اجتماعی اور انفرادی کوششوں پر تحقیقی تبصرہ کیا گیا ہے جو مغربی ادب اور علوم و فنون کو اردو میں منتقل کرنے کے سلسلے میں گزشتہ سو اسو سال سے کی جا رہی ہیں۔

اس دلچسپ تحقیقی و تاریخی مقالہ کی طباعت کے علاوہ اس شعبہ نے دو انگریزی کتابوں

1. *The Meaning of Life*
2. *Theories and Forms of Political Organizations*

کے ترجمے بھی تیار کر لیے ہیں جو عنقریب شائع ہو جائیں گے۔

اس اہم اور مفید کام کے لیے یہ شعبہ اس کے اراکین اور معتمد خاص طور پر قابل مبارکباد ہیں۔

سید محی الدین قادری زور

مُعتمد عمومی ادارہ ادبیات اردو

یکم اکتوبر ۱۹۳۹ء

سر سید احمد خاں

(*)

ہندوستان کے مشہور مسلمان بزرگوں میں سر سید احمد خاں کا بڑا رتبہ ہے جو اپریل ۱۸۱۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اُن کے دادا شہنشاہ عالمگیر ثانی کے درباری امراء سے تھے۔ والد کا سایہ اُن کے سر سے بچپن ہی میں اُٹھ گیا۔ اس لیے تعلیم اور تربیت میں اُن کی والدہ نے بڑی دلچسپی لی۔ اُس زمانے میں انگریزی پڑھانے کا رواج نہ تھا، اس لیے سر سید کو عربی اور فارسی کی تعلیم دی گئی۔

۱۸۳۶ء میں سر سید نے، ایک انگریز، سر رابرٹ ہلٹن کی ملازمت اختیار کی۔ سر رابرٹ ہلٹن بعد میں چل کر ریاستِ اندور کے ریڈنٹ مقرر ہوئے۔

۱۸۳۸ء میں سر سید مین پوری کے منصف مقرر ہوئے اور اپنے فرائض کو

اتنی اچھی طرح انجام دیا کہ وہ بہت جلد سار ڈینٹ جج ہو گئے۔ اسی زمانے میں اُن کو دہلی کی تالیف پڑھے کا شوق ہوا، اور بہت چھان بین کے بعد اُنھوں نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی جو اتنی مقبول ہوئی کہ انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے۔ اس کتاب سے اُن کی شہرت میں چار چاند لگ گئے۔ ۱۸۶۹ء میں سر سید، رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے رکن بنائے گئے۔

رائل ایشیاٹک سوسائٹی ایک علمی مجلس کا نام ہے جس میں صرف نامور اور بزرگ
مالوں کو شریک کیا جاتا ہے ۔

۱۸۵۸ء میں سرسیدؒ بجنور گئے اور ۱۸۵۸ء کی بغاوت میں انھوں نے
بہت سے انگریزوں کی جان بچائی ۔ اس کے دوسرے سال انھوں نے
اس بغاوت کے اسباب سے متعلق ایک کتاب لکھی جس میں انھوں نے اُن
اعتراضوں کا جواب دیا جو ہندوستانیوں پر اس بغاوت کے سلسلے میں کیے
جاتے تھے ۔ یوں تو یہ کتاب ۱۸۵۸ء میں لکھی گئی تھی لیکن اس کی اشاعت
۱۸۶۳ء سے قبل نہیں کی جاسکی ۔ ۱۸۶۳ء میں اُن کا تبادلہ فازی پور پر ہوا ۔
جہاں انھوں نے سائنٹفک سوسائٹی کی بنیاد ڈالی ۔ اس مجلس کا مقصد یہ تھا
کہ انگریزی کتابوں کا اردو زبان میں ترجمہ کیا جا کر مغربی علوم کی ہندوستان میں
نشر و اشاعت کی جائے ۔ اُس زمانے میں انگریزی جلنے والے ہندوستانیوں
کی تعداد آج کل کا مقابلہ کرتے ہوئے بہت ہی کم تھی ۔ اس لحاظ سے سرسید
کی یہ کوشش بہت ہی مفید ثابت ہوئی ۔

سرسید کے بیٹے سید محمود پہلے ہندوستانی طالب علم تھے جن کو سرکار
یورپ میں تعلیم مائل کرنے کی غرض سے وظیفہ عطا کیا گیا ۔ ۱۸۵۸ء میں سرسید
ان کے ساتھ انگلستان گئے ۔ انگریزوں کی بود و باش سرسید کو بہت پسند آئی

چنانچہ انھوں نے اس کی تعریف میں ایک مضمون بھی لکھا تھا جس کو علیگڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ نے شائع کیا۔

۱۸۸۷ء میں سرسید نے پیغمبر اسلام رسول اکرم صلعم کی سیرت سے متعلق مضامین کا ایک سلسلہ لکھا۔ ۱۸۸۷ء میں وہ ہندوستان واپس آئے اور ایک رسالہ جاری کیا جس کا نام ”تہذیب الاخلاق تھا۔ اس کے ذریعے سے انھوں نے پُرانی اور نقصان پہنچانے والی رسموں اور عادات کو چھوڑنے اور اپنی حالت کو درست کرنے کے لیے مسلمانوں کو ہدایت کی۔ ۱۸۸۷ء میں سرسید نے ایک بہت بڑا کام کیا، جواب تک باقی ہے اور جس کی وجہ سے ان کا نام ہمیشہ باقی رہے گا۔ اس سال، انھوں نے چندہ جمع کر کے علیگڑھ میں ایک مدرسہ قائم کیا، جس کا نام محمدن اینگلو اورینٹل اسکول رکھا گیا۔ اس مدرسے کو وہ مسلمانوں کی تہذیب اور ان کے علوم و فنون کا مرکز بنانا چاہتے تھے، اور حقیقت میں ان کا یہ خیال بہت ہی اچھا تھا جس کو انھوں نے نہایت عمدگی سے پورا بھی کیا۔ ۱۸۸۷ء میں اس وقت کے وائسرائے لارڈ ولٹن نے اس مدرسے کی بنیاد رکھی۔ یہی وہ شاندار عمارت ہے جس میں آج کل مسلم یونیورسٹی علیگڑھ قائم ہے۔

برہنہ کی طرف سے سرسید کی خوب قدر ہوئی۔ انگلستان میں ملکہ وکٹوریہ نے

اُن کو اپنے دربار میں بلایا اور سی۔ ایس۔ آئی کے خطاب سے سرفراز کیا۔ ولایت کی مشہور علی انجمن ایجنیم کلب کے وہ رکن بنائے گئے۔ ۱۹۳۵ء میں وہ صوبہ متحدہ آگرہ واودھ کی مجلس مقننہ کے رکن بنے اور اس کے تین سال بعد

امپریل یسٹرن کونسل کے رکن مقرر ہوئے۔ لارڈ رپن نے بعد میں چل کر ان کو دوبارہ اس کونسل کا رکن مامور کیا۔ چچک کو روکنے کا جو ٹیکہ لگایا جاتا ہے، اُس سے متعلق جو قانون بنایا گیا اُس میں سرسید کا بڑا حصہ تھا۔ ۱۹۳۷ء میں سرسید تعلیماتی کمیشن کے رکن بنائے گئے۔ اس کے چار

سال بعد انھوں نے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی داغ بیل ڈالی۔ یہ مجلس اب تک موجود ہے، اس کے سالانہ جلسے ہوتے ہیں اور مسلمانوں کی تعلیم سے متعلق اس میں اچھے اچھے کام ہوتے ہیں۔ ۱۹۳۸ء میں سرسید اور ان کے

دوست راجہ شیو پرشاد نے کانگریس کی مخالفت کے لیے ایک انجمن قائم کی جو بہت جلد ٹوٹ گئی۔ اسی سال سرسید کو، لارڈ ڈفرن نے پبلک سروس کمیشن کا رکن بنایا تھا، اور ۱۹۳۹ء میں اُن کو، سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب ملا۔

مسلمانوں کی ترقی میں سرسید کی ذات سے بہت مدد ملی۔ ان کے زمانے میں ہندوستان کے مسلمان ایک نہایت نازک دور سے گزر رہے تھے۔ مغلیہ سلطنت کی حکومت برائے نام تھی۔ اصلی قوت اور حکومت کا اقتدار ایسٹ انڈیا

کمپنی کے ہاتھوں میں چلا جا چکا تھا۔ مسلمان پریشان حال تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ انھیں کیا کرنا چاہیئے۔ ان سے ان کی حکومت اور ان کا ملک چھین لیا گیا تھا اور چھیننے والے انگریز ہی تھے۔ ایسی صورت میں انگریزوں کے ساتھ مل کر کام کرنا خود اپنی قوم کے ساتھ بے وفائی کرنے کے برابر تھا۔

سرستید نے ایسے نازک وقت میں مسلمانوں کی مدد کی۔ انھوں نے اپنی قوم کو پہلے تو یہ بتایا کہ مسلمانوں کا خاتمہ نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ ان کو بھی اپنی حالت بدلنی چاہیئے، تاکہ آگے چل کر انھیں بھی عزت کی جگہ مل سکے۔

دوسری بات جو سرستید نے مسلمانوں سے کہی، وہ یہ تھی کہ ان کے

ایسے دوسری قوموں اور دوسرے مذہب والوں سے دوری اختیار کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور یورپ کے لوگوں میں بہت سی اچھی باتیں ہیں جن کو اختیار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ انہی خوبیوں کی وجہ سے یورپ والوں نے ترقی کی ہے۔ ایسی صورت میں ان لوگوں سے میل ملاپ بڑھانے میں خود ہندوستانیوں کا فائدہ ہوگا۔ میسل ملاپ بڑھانے کا جو طریقہ سرستید نے بتایا وہ یہ تھا کہ اہل ہند، انگریزوں کے علوم کو پڑھیں، ان کے اچھے طریقے

سیکیں اور اُن پر عمل کریں۔ اس کے معنی نہیں ہیں کہ سرسید انگریزوں کی اندھی تقلید کو پسند کرتے تھے۔ بلکہ ان میں اتنی جرات بھی تھی کہ بعض موقوفوں پر وہ انگریزوں کو بُرا بھلا بھی کہنے سے باز نہ آتے تھے۔

سرسید کے زمانے میں ہندوستانیوں کو کونسلوں میں شریک نہیں کیا جاتا تھا۔ اس کو وہ بہت بُرا جانتے تھے۔ اس لیے اُنھوں نے کوشش کی کہ ہمارے ملک کے لوگوں کو کونسلوں اور خصوصیت کے ساتھ پریلیمیٹو کونسلیں جگہ ملنی چاہیے، تاکہ وہ حکومت کے سامنے اپنی مشکلیں پیش کریں اور حقوق طلب کریں۔ سرسید کی یہ کوشش کامیاب اور بار آور ہوئی۔

سرسید مسلمانوں اور ہندوؤں میں محبت اور اتحاد پیدا کرنا چاہتے تھے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ ہندو اور مسلمان، ہندوستان کی دو آنکھیں ہیں اور کسی چیز کو صحیح طور پر دیکھنے کے لیے دونوں آنکھوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ نصیحت کرتے تھے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ خیر و شکر بن کر رہنا چاہیے۔ اُن کا خیال تھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اگر اتفاق نہ ہو تو دونوں تباہ اور برباد ہو جائیں گے۔ وہ چاہتے تھے کہ سارے ہندوستانی ایک قوم بن کر رہیں۔ اور 'ہندو' اور 'مسلم' کے فرق کو مٹادیں۔ وہ ہندوستان کے تمام رہنے والوں کو خواہ وہ ہندو ہوں یا

مسلمان، عیسائی، ہوں کہ پارسی، ہندوستانی ہی خیال کرتے تھے۔ ان کو بنگالیوں سے محبت تھی۔ وہ کہتے تھے کہ بنگالیوں پر ہندوستان کو ناز کرنا چاہیے کہ انھوں نے اپنے وطن کے بھائیوں کو علوم و فنون، آزادی اور قوم پرستی کے راستے بتلائے ہیں لیکن جب بنگالیوں نے یہ مطالبہ کیا کہ اُن کو حکومت میں ایک طرح کا دخل دیا جائے تو سرسید نے ان کی مخالفت کی اس لیے کہ وہ ہندوستانیوں کو ابھی حکومت کرنے کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ اُس زمانے میں ہندوستانی تعلیم میں بہت پیچھے تھے۔ سرسید کی اس مخالفت کا اثر یہ ہوا کہ ہندو بھائیوں نے ان کو شبہ کی نظروں سے دیکھنا شروع کیا۔ اور یہ شبہ ایک حد تک یقین سے بدل گیا جب کہ سرسید نے مسند میں کانگریس کی مخالفت کا بیڑا اٹھایا۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بعض اوقات سرسید سے غلطیاں بھی ہوئیں۔ انھوں نے اسلامی تعلیمات سے متعلق بعض وقت کچھ ایسی باتیں کہیں جو درست نہ تھیں یا جن کو اس وقت کے لوگ درست نہیں سمجھتے تھے۔ ان باتوں سے مولویوں اور قدامت پسند مسلمانوں کا طبقہ اُن کا مخالف ہو گیا۔ اور ان پر کفر کا الزام لگایا گیا۔ لیکن یہ ناراضگی اور ناروا سلوک سرسید کی ہمت کو نہیں توڑ سکا۔ اُن کے دل میں مسلمانوں اور اسلام کا سچا درد تھا اور اُن کی زندگی کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کے تمام لوگ مل کر ایک قوم بن جائیں۔

سرسید تھے مسلمان تھے۔ اُن کی مشہور کتاب 'مخطبات احمدیہ' کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اسلام کی بڑی خدمات انجام دیں۔ دوسرے مذہب کے لوگ دانستہ یا بے سمجھے بوجھے اسلام پر جو اعتراض کر جاتے ہیں اُن کا اس کتاب میں خوب جواب دیا گیا ہے اور مسلمانوں کے مذہب کو صحیح روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔

سرسید نے ہندوستان میں تعلیم پھیلانی اور یہی اُن کا خاص کارنامہ ہے ان کے نزدیک بغیر تعلیم کے کسی قسم کی بھی ترقی ناممکن تھی۔ وہ جہاں انگریزی زبان میں تعلیم دینے کی ضرورت کو محسوس کرتے تھے، ہندوستانی مادری زبانوں کو بھی نظر انداز کرنا نہیں چاہتے تھے۔ انگریزی تعلیم کو وہ از حد ضروری سمجھتے تھے تاکہ اُس زبان کے مشہور لوگوں کے اعلیٰ خیالات سے ہندوستانی بھی واقف ہو کر ترقی کا راستہ اختیار کر سکیں۔ وہ عوام اور غریب لوگوں میں تعلیم پھیلانا چاہتے تھے۔ اور یہ اُن ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہم تعلیم کو عام دیکھتے ہیں۔

سرسید عورتوں کی تعلیم کے بڑے حامی تھے۔ انگریز عورتوں سے مل کر وہ بہت خوش ہوتے تھے۔ اور ان کی سیاسی ترقی اور اخلاق کو پسند کرتے تھے۔ اور جب انگلستان کی ترقی یافتہ عورتوں کا مقابلہ وہ اپنے

ملک کی عورتوں سے کہتے تو ان کو بہت دکھ ہوتا تھا۔ مگر عورتوں سے زیادہ وہ مردوں کی تعلیم پر زور دیا کرتے تھے عام مدرسوں میں عورتوں کا تعلیم پانا انھیں کچھ زیادہ پسند نہ تھا۔ تاہم مسلمان عورتوں میں آج کل جو تعلیم کا چرچا ہے اور چند تعلیم یافتہ خواتین کہیں نظر بھی آ جاتی ہیں تو یہ محض سرسید کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

سرسید جب انگلستان سے واپس آئے تو ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ آکسفورڈ اور کیمبرج کے مشہور کالجوں کے نمونہ پر ہندوستان میں ایک کالج مسلمانوں کے لیے کھولا جائے مولویوں اور مشائخوں نے اس خیال کی سخت مخالفت کی لیکن سرسید اپنی دھن کے پکے تھے اور انھوں نے اس معاملہ میں عوام کی رائے دریافت کرنے کی ٹھانی۔ انھوں نے لوگوں سے خواہش کی کہ مسلمانوں کی جہالت اور افلاس کے اسباب سے متعلق مضامین لکھے جائیں ان مضامین کے صلے میں سرسید نے انعام بھی مقرر کیے۔ اس طریقے سے انھوں نے معلوم کیا کہ مسلمانوں کی جہالت اور افلاس کے اسباب حسب ذیل ہیں۔

(۱) امیروں کا اپنے بچوں کو غریبوں کے بچوں سے الگ تھلگ رکھنا اور خراب تربیت کی وجہ سے امیروں کے بچوں میں خراب عادتوں کا پیدا ہونا۔

(۲) انگریزی تعلیم سے بیزاری اس وجہ سے کہ مذہب اسلام کے خلاف سمجھی جاتی تھی۔ کیونکہ اس زمانے کے انگریزی مدرسوں میں اسلامی تعلیم اور دینیات سے بے رخی برتی جاتی تھی۔ مسلمانوں کی عیدوں کے دن مدرسوں کو تعطیل بھی نہیں دی جاتی۔ ان باتوں سے یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ مدرسوں کے ہندو اور عیسائی استاد مسلمان بچوں کی پروا نہیں کرتے۔

(۳) مسلمانوں کا فوجی ملازمت کو دفتری ملازمت سے بہتر سمجھنا۔ اگر ان کو فوج میں خدمتیں نہ ملتی تو وہ بیکار رہنا پسند کرتے تھے۔ ان کمزوریوں کو دور کرنے کے لیے سرسید نے ۱۸۵۸ء میں محمدان ایگلو اور ٹیل کالج کی بنا ڈالی۔ اس مدرسے میں مذہب اسلام اور دینیات کی تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ وہاں کے پڑھنے والے بچوں کو زندگی کے وہ اصول سکھائے گئے جو آکسفورڈ اور کیمبرج کے کالجوں میں رائج تھے۔ آزاد اور صحت بخش فضا پیدا کی گئی۔ مختصر یہ کہ علی گڑھ کالج انگریزی پبلک اسکول کے نمونہ پر قائم کیا گیا۔ وہاں تعلیم کے ساتھ ساتھ فٹ بال اور کرکٹ جیسے صحت بخش کھیلوں کا انتظام تھا۔ لارڈ لٹن نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ ”آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ مذہب اسلام میں کوئی

بات ایسی نہیں ہے جو دماغ کی تربیت کے مخالف ہو۔ اسلامی اقوام کی سب سے زیادہ شاندار کامیابیاں وہ ہیں جو انھوں نے ادب، سائنس اور فنون کے میدانوں میں حاصل کیں۔ اس بڑے اعظم کے بڑے حصے کو مسلمانوں نے ایک ایسا فن تعمیر سکھایا جو اب تک لوگوں کو حیرت زدہ کر رکھا ہے۔ بہت زمانہ پیشتر مسلمانوں نے دنیا کو ریاضیات، فلسفہ اور طب کے ادق مضامین سے روشناس کرایا اور آج تک بھی ہسپانیہ اور پرتگیزی علاقوں کے لوگ مسلمان انجینیروں کے کیے ہوئے کاموں سے مستفید ہوتے ہیں۔

سرستید کے اس قائم کے ہوئے کالج سے بڑے بڑے لوگ نکلے جنھوں نے زندگی کے ہر شعبے میں نام پیدا کیا۔ اور اس کالج کی دنیا کے بڑے بڑے لوگوں نے تعریف کی ہے اور اب بھی ہندوستان کے مسلمان اس کالج کو اپنی تعلیمات اور تہذیب کا مرکز جانتے ہیں۔

سرستید ہمیشہ سچائی کو پسند کرتے تھے۔ جھوٹ سے انھیں نفرت تھی۔ اُن کے بچپن کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ انھیں دربار میں طلب کیا گیا اور جو وقت مقرر کیا گیا تھا اس وقت وہ نہیں پہنچ سکے۔ بادشاہ کے خوف سے ان کو لوگوں نے رائے دی کہ کوئی بات بنادیں مگر انھوں نے دیر سے پہنچنے کا اصل سبب بادشاہ سے عرض کر دیا، کہ وہ وقت پر

نہیں جاگ سکے تھے۔ اس سے بادشاہ بہت خوش ہوئے۔
 سرسید نمائشی کاموں کو اپنہ کرتے تھے۔ وہ جو کوئی بھی کام کرتے
 تھے سچے خلوص کے ساتھ کرتے تھے۔ ان کے دوست ان پر بھروسہ اور
 اعتماد کرتے تھے۔ خوشامد کو وہ دل کی بیماریوں میں سے بدترین بیماری
 جانتے تھے۔ وہ بڑے باہمت اور بہادر آدمی تھے۔ بغاوت کے زمانے
 میں انگریزوں کی جانیں بچانے میں انھوں نے بڑی بہادری دکھائی۔
 سرسید بڑے غلیق تھے اور ہر شخص سے بڑی اچھی طرح ملتے تھے۔ وہ اپنی
 دھن کے پتے تھے اور جس کام کا بھی بیڑا اٹھاتے تو اس کے پورا ہونے
 تک چین نہ لیتے تھے۔

سرسید کا انتقال آج سے ۴۳ برس پہلے ۱۳۱۵ء میں ہوا اور
 ان کے قائم کیے ہوئے کالج کی مسجد میں ان کو دفن کیا گیا۔ ان کی حلیت
 کی تاریخ بھی بڑی اچھی نکالی گئی یعنی 'غفرلہ' جس کے معنی میں خدا
 ان کو بخشے۔

ادارہ ادبیہ اردو کی مشہور و معروف کتابیں

مرقع سخن (جلد اول) حیدرآباد کن کے کچیں شعرائے دور آصفیہ کا با تصویر تذکرہ

پچاس سے زیادہ تصاویر اور چار سو سے زیادہ صفحات مجلد قیمت ۷

مرقع سخن (جلد دوم) حیدرآباد کن کے کچیں دیگر شعرائے دور آصفیہ کا

با تصویر تذکرہ پچاس تصاویر چار سو صفحات مجلد قیمت ۷

سراج سخن۔ انتخاب کلام شاہ سراج ادنگ آبادی مرتبہ پروفیسر عبدالقادر زری

مع سوانح شاہ سراج۔ صفحات ۴۰ قیمت ۱۲۰ ار

ایمان سخن۔ انتخاب کلام شیر محمد خاں ایمان مرتبہ سید محمد صاحب ایم

مع سوانح ایمان صفحات ۲۰ قیمت ۱۲۰ ار

فیض سخن۔ انتخاب کلام حافظ میر س الدین محمد فیض مرتبہ ڈاکٹر سید محی الدین

صاحب قادری زرد مع سوانح فیض صفحات ۴۴ قیمت ۱۲۰ ار

بادہ سخن۔ انتخاب کلام ڈاکٹر احمد حسین امل مرتبہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری

مع سوانح و تصویر صفحات ۱۲۸ قیمت ۱۲۰ ار

کیف سخن۔ انتخاب کلام سید رضی الدین حسن کیفی مرتبہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری

مع سوانح و تصویر صفحات ۱۲۲ قیمت ۱۲۰ ار

متلح سخن۔ انتخاب کلام ناب عزیز ارجنگ بہادری مرتبہ ڈاکٹر سید علی الدین

قاسمی نذر مع سوانح و تصویر عزیز صفحات ۱۲۵ قیمت ۱۲/-
ورڈز ورثہ اور اس کی شاعری۔ مشہور انگریز شاعر کے حالات اور کلام پر

تبصرہ از مولوی حسین صاحب ام اے۔ مع تصویر شاعر صفحات ۸۴ قیمت ۷/-
ٹیکورا اور ان کی شاعری۔ ہندوستان کے مشہور شاعر ابند ناتھ ٹیکور کے حالات

اور کلام پر تبصرہ از مولوی محمد معجمی الدین صاحب ام اے۔ مع تصویر شاعر صفحات ۱۲۵ قیمت ۱۲/-
یوسف ہندی قید فرنگ میں۔ مرزا غالب کی قید فرنگ کے حالات مرتبہ

مولوی حسن بن شبیر صاحب بی اے۔ ال ال بی صفحات ۷۰ قیمت ۸/-
ہوش کے ناخن (ڈرامہ) حیدر آباد کی سماجی زندگی کا خاکہ مع مقدمہ محمد معجمی الدین
حسین صاحبان صفحات ۶۶ قیمت ۷/-

نذر ولی۔ ولی اورنگ آبادی کی شاعری کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی مضامین کا
مجموعہ از لطیف النساء بیگم ام اے۔ نجم النساء بیگم ام اے جہاں بانو بیگم ام اے۔ نعیم النساء بیگم
ام اے صفحات ۲۴۸ قیمت صرفت ۷/-

نقد سخن۔ کلام خانی پر ناب عزیز ارجنگ بہادری کی تنقیدوں کا مجموعہ صفحات ۶۶ قیمت
۱۲/-
گرمیہ و بسم۔ صاحبزادہ میکیش مدیر سب س کی نظموں اور غزلوں کا بہترین مجموعہ ہے
جناب میکیش حیدر آباد کے فوجیان شعراء میں ایک خاص امتیاز کے مالک ہیں اور ان کا
کلام بہت مقبول ہے۔ عالی جناب ڈاکٹر زور صاحب کا دیباچہ عمومی اور جناب پرنسیر

عبد القاسم صاحب ضروری کا مقدمہ بھی اس کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ شعری سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اس کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں۔

آماںزادہ کتبش کا شمار اردو کے ان نوجوان شعراء میں ہے جو اپنے شاعرانہ وجدان کو محض ادبیات تک محدود نہیں رکھے بلکہ جنموں نے اپنے لئے خیال و بیان کے کچھ نئے میدان بھی پیدا کر لئے ہیں۔ اس شاعر کا شباب گل و بلبل سے گذر کر اس وقت تک پہنچ گیا ہے جہاں نوجوان شاعر بچار اٹھتا ہے کہ

قرار بجز تیرا ایک نام ہے شباب میں سکونِ زلیست پار ہوا ہوا اضطراب میں
اس حیدر اضطراب آئینہ دار شاعری کا یہ جدید کتب ہے جس میں کلاشعر اب بعنوان دیگر ہے۔ جذباتی نظمیں بھی ہیں بعض بعض بہت ہی خوب
تغزل بھی ہے لیکن اس کا رنگ بھی ”جدید“ ہے اور قدیم نہیں ہے۔
نوجوان حیدر آباد کی شاعری میں جو ذوقِ جدید پیدا ہوا ہے اسی کا

نقیب گر یہ وہ تم ہے ادا اس نقطہ نظر سے ہم ان اوراق کا خیر مقدم کرتے
ہیں جناب میکیش کا یہ ذوقِ کلام مقبول عام ہوگا۔ قاضی عبدالغفار پیرا ۴۰۰
صفحات ۱۹۲ مطباعت و کتابت نفیس کاغذ اعلیٰ قسم جلد پر نہری ماہیت کا
من کی بچیا۔ صنفِ ناول کی ضرورتوں اور زندگی کی تلخیوں کے شعور کنکرتہ آثار اور
مشورے۔ اس دلچسپ ادبی کتاب میں سب ذیل عنوانوں پر بڑی سفید اور

اور کار آمد باتیں مکھی گئی ہیں بگھر سواری، ہمارے فکر، خور و نوش، لباس بچوں کی تعلیم اور ان کی ضرورتیں، اخبار بینی، کتابیں، نذر و نیاز، چھندے مختلف رسوا، سینما، فیشن وغیرہ ہر تعلیم یافتہ گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔ کتاب بہت خوبصورت اور مجلد ہے مصنفہ محترمہ لطیف النساء بیگم صاحبہ

صفحات (۸۰) قیمت صرف آٹھ آنے (۸ ر)

مشاہیر قند ہار و کن، اس تذکرہ میں مولوی اکبر الدین صاحب صدیقی بی اے نے دکن کے مشہور و معروف اور مردم خیز خطہ قند ہار شریف کے معزز خاندانوں اور امدان کے باکمال و ایہ ناز افراد کا اجمالی خاکہ کھینچا ہے۔ پروفیسر عبد المجید صاحب صدیقی استاد تاینج جامد عثمانیہ کا بصیرت افروز مقدمہ اس کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ قند ہار شریف دکن کا بلگرام سمجھا جاتا ہے اور محمد تغلق کے زمانہ سے آج تک وہاں کی سرزمین سے بڑے بڑے اولیاء، علمائے شہر اور شاہیر پیدا ہوئے ہیں۔ دکن کے مختلف شہروں اور قصبوں میں قافیوں، خطیبوں، محاسبوں اور دیگر اہل خدمات شریعیہ کے خاندان آباد ہیں۔ ان میں سے اکثروں کا تعلق قند ہار شریف ہی کے بزرگوں سے ہے اس لئے یہ کتاب دکن کے شرفاء اور بزرگوں کا ایک مستند اور مبسوط تذکرہ بھی جاسکتی ہے اور اس کے مطالعہ سے یہاں کی علمی و ادبی چہل پہل کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

صفحات (۱۸۴) تعداد تصاویر (۹) قیمت ۷

سگزشت خالب۔ اردو ادب فاسی کے شہر شاعر ادیب مرزا اسد اللہ خاں صاحب
 کی حیات کا ناموں اور اعزہ و احباب کا ایک محل تذکرہ ہے جس کو ڈاکٹر
 سید محمد الدین صاحب قادی زود ام۔ پی ایچ ڈی (لندن) پروفیسر اوریات اردو
 جامعہ عثمانیہ نے نہایت تحقیق اور محنت سے مرتب کیا ہے۔ بڑی سائز صفحہ ہر قیمت
 من کی دنیا۔ حیدرآباد کے نوجوان افانہ نگار رشید قوشی کے افانوں کا نہیں
 مجموعہ ہے۔ رشید قوشی کے افانے سب سے اور دیگر سائل میں شائع ہو کر بہت مقبول
 ہوئے اس لئے ادارہ نے ان کے افانوں کو کتابی شکل میں پیش کیا ہے۔ مالی ہمت
 ڈاکٹر زود صاحب کا دیباچہ عمومی اور جناب پروفیسر مولیٰ صاحب کا مقدمہ بھی اس کتاب
 شائع ہوا ہے۔ افانوی ادب سے بھی رکھنے والے ضرور اس کا مطالعہ کریں کہ کتاب
 بہت دلچسپ اور انداز بیان نہایت دلچسپ ہے۔

ہر فسانہ دھانی خیال اور نگہ بندی بیان کا بہترین نمونہ ہے۔ اردو کے نئے
 ادب سے بھی رکھنے والے اور ترقی پسند نظریوں کے پرستار ان افانوں کے مطالعہ
 سے ضرور غفلت نہ ہوں گے۔ جو صاحب اردو کے جدید ترین افانوں کا مطالعہ کرنا چاہتے
 ہیں وہ اس نوجوان مصنف کے ان پرکیت افانوں سے ضرور لطف اندوز ہوں گے۔

صفحات (۱۶۰) قیمت جلد ۵۰

در اس میں اردو (جلد ۱) اس کتاب میں مولیٰ فیض الدین صاحب انجمن
 فنی فاضل نے مدراس میں اردو کے نشوونما اور اس کے ارتقاء کی تاریخ پیش کی ہے۔

کتاب کو ذیاباب میں تقسیم کیا گیا ہے ہر ورد کے شاعروں اور نثر نگاروں کے ساتھ ساتھ
 اور خود کلام کو پیش کیا ہے۔ تاریخ ادب اردو سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے
 اس کا مطالعہ بے ضروری ہے۔ صفحات ۲۰۰ قیمت مجلد ۴۔

نذر و کن (باقصویا) دکن کے متعلق خواتین دکن کے رشحاتِ قلم کو مختصر مگر یکجہ
 نے خاص ذوق اور سلیقہ سے مرتب کیا ہے۔ اس حسین و جمیل مجموعہ میں تقریباً
 بیس ایسی خواتین کے مفید اور دلچسپ مضامین نظم و نثر شریک کئے گئے ہیں جن کی
 شاعری یا نثر اپنی گونا گون خصوصیات اور دلچسپیوں کی وجہ سے علمی دنیا میں ہمیشہ
 نگاہوں سے تکی جاتی ہیں اس مجمع کے علمی معاونین میں جہاں بانو بیگم صاحبہ لطیف بیگم
 صاحبہ، صفحہ بیگم صاحبہ، یوں مرزا، انیس بارمن بیگم صاحبہ، شروانیہ، نسیم ربانی، جانا
 فاطمہ بیگم صاحبہ، آدیشہ، انار بیگم صاحبہ، شیرازہ بیگم صاحبہ، مسرہ صوفی، سارہ بیگم صاحبہ،
 مستدہ جہان بیگم صاحبہ، صدیقہ صدیق فریدہ بیگم صاحبہ، متصدق فاطمہ صاحبہ، انجلیت بیگم
 قریشی صاحبہ، کبریا، اقبال صاحبہ، بلورن، وغیرہ خاص کر قابلِ ذکر ہیں۔ اور اس کو
 ادارہ ادبیات اردو کے شعبہ نواں کی معتد اور مدیر سب رس مختصر مگر یکجہ
 نے مرتب کیا ہے جو اردو انگریزی کی شہسودہ اعلیٰ نگار اور ادیب مرحوم طیب بیگم صاحبہ
 بہشت نواب عطاء الملک مرحوم کی ذخیرہ میں اور جن کو قلم و فضل اور ادب و دانش کا
 ذوق اپنی والدہ ماجدہ اور نانا سے ورثہ میں ملا ہے۔

یہ مجموعہ ایک ایسا بیش بہا تحفہ ہے جس کے مطالعہ سے عورتیں اور مرد

مستفید ہو سکتے اور سنوین دکن کے متعلق ضروری معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔
 اس میں صنف نازک کے ذائق کی انہیں تصویریں بھی شامل ہیں صفحات ۱۰۰ قیمت بھارت
 محرم نامہ۔ ساخو کر بلا کے متعلق مضمون مرثیوں، سلاموں، نوحہ اور تصویریں
 عظیم الشان مجموعہ۔ آج تک ایسا محرم نامہ شائع نہیں ہوا اس کے محققانہ اور ادبیات
 مضامین میں واقعات کو بلا اور فلسفہ شہادت پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور تقریباً چار
 شعرا کے مرثیوں، نوحہ اور سلاموں کو نیا نیا حاشیہ کیا گیا ہے مرثیہ گو شعراء
 اور مجالس کی نایاب تصویریں شامل ہیں مجلسوں میں تقسیم کرنے کے لئے اس
 بہتر تحفہ یا تبرک اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ تعداد صفحات ۱۱۲ تعداد تصویریں قیمت بھارت
 روح غالب۔ اردو ادبی فاسی کے شہید شاعر اور دانش ور پر د از مرزا اسد اللہ خان
 دہلوی کی حیات امکا زہل کی ایک محل سرگزشت امدان کے بہترین اردو خطوط کے
 دلچسپ ادبی حصہ کا انتخاب جس کو ڈاکٹر سید محی الدین صاحب قادیان نے بہت
 محنت اور جانفشانی سے مرتب کیا ہے اس کتاب میں پہلی دفعہ غالب کے طائران اور
 احوا و امدان کے سسرالی امزہ و اقبال کے تفصیلی شجرے بھی شائع کئے گئے ہیں غالب کے
 حالات زندگی جس خوبی اور اجمال کے ساتھ اس میں مدج ہیں آج تک کسی سوانح غالب میں
 شائع نہیں ہوئے۔ ۲۰۰ صفحات با تصویر قیمت دو رو پچا طے آنے (حال امر)
 نظام الملک آصفیہ اول۔ مولوی شیخ چاند مرحوم ام اے الی ال بی (دریغ)
 نے بانی سلطنت آصفیہ کے محل حالات و مستند واقعات زندگی عوام اور طلبہ کے لئے پیش کیے

و بان میں شائع کیے تھے جس کو علامہ نے کتابی صورت میں شائع کیا ہے صفحات ۱۸۸ میں تصویر

نظام الملک نصف جہ اول قیمت (۴۰ ر)

و کن نمبر ہزار اول، پہلے کے صفحے سے تیار کیا گیا ہے۔ اکثر تصاویر نامہ مذاہب میں جو پہل مرتبہ شائع کی گئی ہیں، مضامین نظم و نثر نہایت بلند پایہ و اعلیٰ معیار کے ہیں تاہم اور خصوصاً کوئی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے اس سے بہتر متن و غیر معلومات ایک کتاب میں شائع نہیں ہوا۔ تعداد صفحات (۱۹۸)، تعداد تصاویر و قیمت اقبال نمبر۔ اس نمبر میں شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم کی حیات اور کلام کے مختلف پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے۔ اقبال کے بعض اشعار کو مصور بھی کیا گیا ہے۔ خاص کر اقبال کی ایک نایاب تصویر شائع کی گئی ہے جس میں اقبال اپنے اصلی رنگ

میں جلوہ گر ہیں۔ تعداد صفحات (۱۶۸)، تعداد تصاویر (۹)، قیمت ۴۰ ر

تاریخ گو لکھنڈہ۔ وہ کتاب جو کئی سال کی تحقیق اور محنت و معلومات کا نتیجہ ہے حیدر آباد کے مشہور مورخ اور جامعہ عثمانیہ کے معلم تاریخ پروفیسر عبدالجبار صاحب صدیقی ام اے

ال الہی نے اس کتاب میں سلاطین قطب شاہیہ کی نہایت مستند اور مبسوط تاریخ قلم بردار کی

تاریخ گو لکھنڈہ با تصویر ہے اور اس کی تصویریں بھی اس کے مواد کی طرح قدیم تاریخی

مآخذ سے حاصل کی گئی ہیں۔ بڑی سائز (۳۳۰) صفحات خوبصورت جلد قیمت تین روپے۔

سب رس۔ ادارہ ادبی اردو کا دلچسپ علمی و ادبی با تصویر نامہ ہے۔ اگر

ہر موضوع اور ہر صنف ادب سے لطف اندوز ہونا ہو تو سب رس سے بہتر کوئی پرچہ

اردو میں نہ ملے گا۔ چند علامہ و محصلہ لک۔ سچوں اور بچوں میں اردو پڑھنے

کھنے کا شوق بیدار کرنے کے لئے اس کا نمبر شائع کیا جاتا ہے جو بہت دلچسپ اور مفید ہے۔

